عہدِ جاہلیّت میں عربوں کے مذہبی معتقدات

(عبد الحمید صدیقی)

دنیا کا کوئی نظامِ حیات نہ خلا میں پیدا ہوتا ہے اور نہ خلا میں پروان چڑھتا ہے بلکہ ہر نظام ایک خاص ماحول میں جنم لیتا ہے اور رائج الوقت نظام سے نبرد آزما ہو کر آگے بڑھتا ہے۔ اس لیے ہر نئے نظام کی روح، اس کے اساسی تصورات اور اس کے عملی تقاضوں کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے اُس ماحول کو سمجھنے کی کوشش کریں جس میں وہ نظامِ حیات معرضِ وجود میں آیا ہے۔ یہی فطری اصول ہمیں اسلام کے معاملے میں بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ آپ اگر قرآن مجید کی تصریحات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلاب انگیز تعلیمات کے مضمرات کو پوری طرح جاننا چاہتے ہیں تو اس کے لیے یہ بالکل ناگزیر ہے کہ ہم سب سے پہلے اُس پس منظر کو ذہن نشین کریں جس میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا۔ اس مضمون میں ہم عربوں کے صرف مذہبی معتقدات پر بحث کریں گے۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مثبت طور پر جس عقیدے پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ توحید ہے اور جس باطل خیال کا پوری شدت کے ساتھ ابطال کیا ہے وہ شرک ہے۔ عربوں کے اندر یوں تو شرک کی کوئی قسم ایسی نہ تھی جو موجود نہ ہو مگر اس میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت بُت پرستی کو حاصل تھی۔ اس لیے ہم سب سے پہلے قدیم عربوں کی بت پرستی کا ہی جائزہ لیتے ہیں۔

عرب میں بُت پرستی کا آغاز | عرب میں بُت پرستی[1] کا آغاز خانہ کعبہ کی عقیدت کے پاکیزہ جذبے

[1] اس موضوع کے لیے ہم نے زیادہ تر ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی کی شہرۂ آفاق تصنیف کتاب الاصنام سے لیا ہے

شروع ہوا۔ جو شخص بھی مکّہ سے عارضی یا مستقل طور پر جُدا ہوتا وہ حرم کے مقدس پتھروں میں سے ایک آدھ پتھر عقیدت کے طور پر اپنے ساتھ لے جاتا۔ منزلِ مقصود پر پہنچ کر وہ اسے ایک خاص مقام پر نصب کر لیتا اور اس کے گرد اُسی طرح طواف کرتا جس طرح کہ قیامِ مکّہ کے دنوں میں وہ خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا کرتا تھا۔ وہ اس پتھر سے حرم کے تعلق کی بنا پر خیر و برکت کا طالب ہوتا اور اس کے ساتھ اُسی محبت اور وابستگی کا اظہار کرتا جو ایک نیک اور خدا ترس انسان اللہ کے مقدس گھر سے کرتا ہے۔

سب سے پہلے جس شخص نے عرب میں دینِ ابراہیمؑ کو مسخ کر کے بُت پرستی کا آغاز کیا وہ قبیلہ خزاعہ کا سردار عمرو بن ربیعہ لحی بن حارثہ بن عمرو بن عامر الازدی تھا۔ کعبہ کی تولیت پہلے الحارث کے سپرد تھی مگر جب عمرو بن لحی مکہ میں قیام پذیر ہوا تو اس نے حارث کے حق تولیت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور اپنی اولاد کی مدد سے حارث اور اس کے خاندان کو اس قابلِ رشک عہدہ سے محروم کر کے خود اس پر قابض ہو گیا۔[1]

اس انقلاب کے بعد عمرو بن لحی پر اچانک بیماری کا حملہ ہوا اور اس بیماری نے بڑی سرعت کے ساتھ شدّت اختیار کی۔ موت و حیات کی اس کشمکش میں کسی حکیم و دانا نے اُسے بتایا کہ شام میں البقا کے مقام پر گرم پانی کا ایک چشمہ موجود ہے۔ اگر وہ وہاں پہنچ کر اُس کے پانی سے غسل کرے تو وہ جلد صحت یاب ہو جائے گا۔ اس نے اس مشورے کو پوری خوشدلی سے قبول کیا اور البقا کے لیے رختِ سفر باندھا۔ قدرت کو اس کی صحت منظور تھی، چنانچہ اُس نے جب اس چشمے کے پانی سے غسل کیا تو جلد شفایاب ہو گیا۔

صحت بحال ہو جانے کے بعد اُس نے کچھ دنوں کے لیے وہاں مزید قیام کیا تاکہ اُس کی قوت و توانائی معمول پر آجائے اور وہ آسانی کے ساتھ سفر کے مصائب اور صعوبتوں کو برداشت کر سکے۔ اس عرصۂ قیام میں اُس نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اُن کے حضور سرِ نیاز خم کر کے دعائیں مانگتے ہیں۔ اس قسم کی حرکات و سکنات سے

---

[1] کتاب الاصنام ص۸

وہ پہلے قطعاً ناشناسا نہ تھا۔ اُس کے دل میں فطری طور پر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ ان کے بارے میں اُن سے استفسار کرے۔ جستجو کرنے پر اُسے بتایا گیا کہ یہ ان کے معبود ہیں جن کی طرف وہ بارش اور دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ عمرو بن لحی نے ان سے درخواست کی کہ پتھر کے کچھ معبود اُسے بھی دے دیئے جائیں۔ چنانچہ بلقا کے باشندوں نے اس کے اس مطالبہ کے احترام میں چند بُت اس کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دیئے۔ یہ شخص پتھر کی ان مورتیوں کو لے کر مکہ واپس چلا آیا اور انہیں خانہ کعبہ کے ارد گرد رکھ دیا۔[1]

اسی سلسلہ میں ابن عباس سے جو روایت منقول ہے وہ یہ ہے کہ قبیلہ جُرہم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص اساف اور ایک عورت نائلہ کے درمیان سرزمین یمن میں معاشقہ شروع ہوا۔ حج کے موسم میں یہ دونوں خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ روانہ ہوئے۔ جب وہ اللہ کے مقدس گھر میں داخل ہوئے تو اتفاق سے اُس وقت وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ سفلی جذبات سے مغلوب ہو کر انہوں نے مُنہ کالا کیا۔ اس ذلیل اور مذموم حرکت کی وجہ سے اُن پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑی اور وہ بے جان پتھروں میں تبدیل کر دیئے گئے۔ لیکن عربوں کی "ذہانت" کی داد دیجیے کہ انہوں نے ان سے عبرت پکڑنے کے بجائے ان کی پرستش شروع کر دی۔ خزاعہ اور قریش کے قبائل اس معاملے میں پیش پیش تھے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اولادِ اسماعیلؑ میں سے پہلا شخص جس نے بت پرستی کی رسم کو رواج دیا اور لوگوں کو اپنی اولاد کے نام بتوں کے ناموں پر رکھنے کی تلقین کی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں تحریف کا مرتکب ہوا وہ ہذیل بن مُدرکہ تھا۔

عرب کے مشہور بُت اور بتکدے ذیل میں ہم عرب کے مشہور بتوں اور بتکدوں کے نام اور اُن کے مختصر حالات درج کرتے ہیں:۔

قبیلہ ہُذَیل سُواع کا پرستار تھا اور اس بُت کو اہلِ قبیلہ نے مدینہ کے ایک گاؤں یَنبع

[1] کتاب الاصنام ص۸

کے نزدیک "بر ھاط" کے مقام پر نصب کر رکھا تھا۔ اس صنم خانہ کی تولیت بنولحیان کے سپرد تھی۔
قبیلۂ کلب کے لوگ وَدّ کے سامنے اظہارِ عبودیت کرتے تھے۔
اسی طرح عرب کے دو مشہور قبائل مَذحج اور اہلِ جُرَش یَغوث سے وابستہ تھے۔
اِن بتوں سے ان قبائل کی عقیدت کا اظہار بعض اشعار سے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً:

حَیّاکِ وَدٌّ! فَاِنَّا لَا یَحِلُّ لَنَا

لھوالنساء، وان الدین قد عزما

"اے ودّ تمہیں حیات دجاوداں نصیب ہو۔ ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم عورتوں کے ساتھ دل بہلائیں۔ ہمارا دین پختہ اور مضبوط ہے۔"

قبیلہ خیوان کے لوگ یعُوق کے حضور میں سرِ تسلیم خم کرتے تھے۔ ابن کلبی کے قول کے مطابق اُسے کسی ایسے قبیلے کا ذکر نہیں ملتا جس کے افراد نے اپنے نام اِس بت کے نام پر رکھے ہوں۔ اسی طرح اس بت کا تذکرہ شعراء کے کلام میں بھی ناپید ہے۔ اس کی وجہ ابن کلبی کے نزدیک یہ ہے کہ خیوان، ہمدان اور اسی طرح کے دوسرے قبائل چونکہ صنعاء کے قریب آباد تھے اور حمیر سے اختلاط کی وجہ سے انہوں نے یا تو یہودیت کو قبول کر لیا تھا یا اُس سے کافی متاثر تھے، اس لیے انہیں اس بت سے کوئی گہری وابستگی باقی نہ رہی تھی۔ یہ سرد مہری ہمیں قبیلہ حمیر کے افراد میں اُن کے بت "نسر" کے بارے میں بھی دکھائی دیتی ہے اور اس کی وجہ بھی وہی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ یہ قبیلہ تُبّع کے عہدِ حکومت میں بت پرستی کو ترک کر کے دینِ موسوی میں داخل ہو گیا تھا۔

دینِ موسوی میں داخلے سے قبل حمیر نے صنعا کے مقام پر ایک صنم کدہ تعمیر کر رکھا تھا جو ریام کے نام سے اہلِ عرب میں مشہور تھا۔ لوگ اس کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے، یہاں آ کر نذرانے چڑھاتے اور بتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جانوروں کی قربانیاں دیتے تھے۔

یہ صنم کدہ مکر و فریب کی آماجگاہ تھا جس میں سادہ لوح عوام کو اُن کی ضعیف الاعتقادی

سے فائدہ اٹھا کر مختلف قسم کے فریب دیئے جاتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق جب تبّع عراق کی مہم میں کامیاب ہو کر اپنے مستقر پر واپس لوٹا تو اس نے دو مذہبی رہنماؤں کی مدد سے اس بتخانہ کو نیست و نابود کروا دیا۔ اس لیے قدیم عرب شاعری میں ریام اور نسر کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔

یہ پانچ بت یعنی وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق، اور نسر جن کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے، قومِ نوح کے نہایت معظّم و محترم اصنام تھے۔ ان سے اُسے گہری وابستگی تھی اور وہ اپنے جذبۂ عبودیت کی تسکین کے لیے زیادہ تر انہی کی طرف رجوع کرتی تھی۔ قرآن مجید میں ان بتوں کی پرستش کا ذکر یوں کیا گیا ہے:۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ اِلَّا خَسَارًا ۚ وَّمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۚ وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ۚ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا۔ (نوح۔ آیت ۲۱-۲۴)	نوح نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور اُن کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے انہیں سوائے نقصان کے اور کچھ نہ دیا اور جنہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں، یعنی وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر سے کبھی منہ نہ موڑنا۔ ان لوگوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا۔

یہ پانچوں بت یعنی وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر عمرو بن لحی کی وساطت سے عربوں میں مقبول ہوتے۔ اس نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اصنام غیر ملکی تھے جنہیں باہر سے پرستش کے لیے درآمد کیا گیا تھا۔

عربوں کے قومی بُت عربوں کے قومی بتوں میں مَناۃ کی شہرت بہت زیادہ ہے۔ وہ نہ صرف اس بت کی پورے جذبۂ عبودیت کے ساتھ پرستش کرتے، بلکہ عقیدت اور احترام کی وجہ سے اپنی اولاد کو ایسے ناموں سے پکارتے جو ہر لحاظ سے اُن کی اس بت کے ساتھ گہری وابستگی

کے آئینہ دار ہوتے تھے۔ عربی ادب میں ہمیں اس قسم کے کئی نام ملتے ہیں جن میں عبد مناۃ اور زید مناۃ خاص طور پر مشہور و معروف ہیں۔ یہ بت مکہ اور مدینہ کے درمیان مُشلّل کے قرب و جوار میں قُدَید کے مقام پر رکھا ہوا تھا۔

اس بُت کی قریب قریب سارے عرب قبائل میں پرستش ہوتی تھی اور اس کی خوشنودی کے حصول اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لیے عرب جانوروں کی قربانیاں دیا کرتے تھے۔ مگر اس معاملے میں اوس اور خزرج سب پر سبقت لے گئے تھے۔ ابن کلبی، عمار بن یاسر کا، جو اوس اور خزرج کے حالات کے متعلق سب سے زیادہ اور مستند معلومات رکھتے تھے، ایک قول نقل کرتے ہیں جس سے ان قبائل کی مناۃ کے ساتھ غیر معمولی وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔

> "یہ لوگ جب حج کی غرض سے دوسرے حجاج کے ساتھ روانہ ہوتے تو وہ تمام اُن مقامات پر ٹھہرتے جن پر کہ عرب عام طور پر قیام کیا کرتے تھے اور وہ ساری رسوم ادا کرتے جو اُس وقت رائج تھیں لیکن وہ اپنے سروں کو منڈانے سے اجتناب کرتے۔ واپسی پر جب وہ اس مقام پر پہنچتے جہاں مناۃ کا بُت نصب تھا تو وہاں کچھ وقفہ کے لیے قیام بھی کرتے اور اپنے سر بھی منڈاتے کیونکہ ان کے نزدیک مناۃ کی زیارت بھی حج کا ایک نہایت ضروری حصہ تھا اور جب تک اس رکن کو پوری طرح ادا نہ کیا جائے اُس وقت تک اُن کی نظر میں حج کی تکمیل نہ ہوتی تھی۔"

اس بُت اور اس سے عربوں کی غیر معمولی عقیدت اور وابستگی کا ذکر قرآن مجید میں یوں آتا ہے:

اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی - اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی - تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی - (النجم - رکوع ۱)	کیا تم نے لات اور عُزّٰی اور تیسرے منات کے حال میں غور نہیں کیا ہے؟ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور خدا کے لیے بیٹیاں - اس اعتبار سے تو یہ بڑی بے ڈھنگی تقسیم ہے۔

عربوں کے ہاں مناۃ کی عرصہ دراز تک تعظیم و تکریم ہوتی رہی یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھویں صدی ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ اسے یکسر مسمار کروا دیا۔ اس مہم میں مسلمانوں کو کافی مال و اسباب ملا جس میں وہ دو تلواریں بھی شامل تھیں جو شاہ غسان حارث بن ابی شمر نے مناۃ کے حضور میں بطور نذرانہ پیش کی تھیں۔ ان میں سے ایک تلوار کا نام مخذم اور دوسری کا "رسوب" تھا۔ اِن تلواروں کا تذکرہ علقمہ نے ایک شعر میں اس انداز سے کیا ہے:-

مظاهر سربالی حدید علیهما

عقیلا سیوفٍ : مخذمٌ و رسوبٌ

"زرہ بکتر پہننے کے ساتھ ساتھ اس نے دو مُرصّع تلواریں بھی یعنی مخذم اور رسوب بھی سجا رکھی تھیں"

حضور سرورِ کائنات نے یہ دونوں تلواریں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو عطا فرمائیں۔ بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ انہی میں سے ایک تلوار کو حضور سرورِ دو عالمؐ نے ذوالفقار کے نام سے موسوم فرمایا تھا۔

لیکن اسی سلسلہ میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب حضورؐ نے "فلس" کی مہم پر روانہ کیا تو اس وقت طئی کے صنم کدے سے یہ تلواریں امیرالمومنین کے ہاتھ آئیں۔

مناۃ کے علاوہ عربوں کا دوسرا واجب التعظیم بُت اللات تھا، جس نے طائف کی سرزمین میں کفر و شرک کی ظلمتیں پھیلا رکھی تھیں۔ اس صنم کدے کی تولیت ثقیف والوں کے سپرد تھی جن میں عتاب بن مالک کا خاندان سب سے نمایاں تھا۔ لات کا بُت بھی مناۃ کی طرح عرب کے سارے قبائل میں معظم اور مکرّم تھا اور لوگ خیر و برکت کے حصول اور آسمانی اور ارضی آفات سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کے نام اس بُت کے نام پر رکھتے تھے۔ اسلام سے قبل کی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ "زید اللات" اور

تیم اللات" زبان زد عام نام تھے۔

طائف کے میدان میں جو مسجد آج موجود ہے اس کے بائیں مینار کے بالکل ساتھ ہی کبھی یہ بُت نصب تھا۔

عرب کی جاہلی شاعری میں بھی بے شمار مقامات پر اس بُت اور اس سے لوگوں کی عقیدت و محبت کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً عمرو بن الجُعَیدْ نے اپنے ایک شعر میں لات کا ذکر یوں کیا ہے:

فَاِنِّی وَتَرْکی وَصْلَ کَاْسٍ لکالذی
تبرّاً مِنْ لاتٍ وکان یَدِیْنُھا

"میرا ترکِ شراب بلا شبہ اُس شخص کی مانند ہے جو لات سے بیزاری کا اظہار کرے درآنحالیکہ وہ اسے اپنا دین وایمان سمجھتا تھا۔

لات کا بُت ایک مدّت دراز تک عربوں، خصوصاً اہلِ طائف کی عقیدت کا مرکز و محور رہا۔ پھر جب ۹ھ میں بنو ثقیف نے اسلام قبول کر لیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو اس صنم کدے کے انہدام کے لیے بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے اسے منہدم کر دیا۔

جس وقت شرک اور بُت پرستی کے اس مرکز کا استیصال کیا جا رہا تھا اس وقت شداد بن عارض الجشمی نے ثقیف والوں کو مخاطب کر کے بآوازِ بلند فرمایا:

لا تنصروا اللات ان اللہ مھلکھا
وکیف نصرکم من لیس ینتصر

ان التی حُرِّقَتْ بالنار فاشتعلت
ولم تقاتل لدی احجارھا، ھَدَرٌ
ان الرسول مَتیٰ یَنْزِلْ بساحتکم

یَظعنَّ ولیس بہا من اھلہا بشر

"لات کی مدد نہ کرنا، کیونکہ لات کو برباد کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کی قسمت میں کامیابی نہ ہو، تمہاری مدد سے کیا ہوگا۔ جو چیز آگ میں بھسم ہو کر راکھ ہو گئی اور اپنی کوئی مدافعت نہ کر سکی وہ یقیناً ناکارہ شے ہے۔ جب حضورؐ سرورِ عالم آپ کی سرزمین میں اپنے مبارک قدم رکھیں گے اور پھر یہاں سے واپس تشریف لے جائیں گے تو ایک متنفس بھی لات کا حامی نہ ہوگا"۔

اہلِ عرب کی تیسری مشہور دیوی[1] کا نام عزّٰی تھا۔ اس کی پرستش لات و منات کے بعد شروع ہوئی۔ جاہلی ادب کی تاریخ اس حقیقت کی واضح طور پر نشاندہی کرتی ہے کہ اس دیوی کے نام پر عربوں نے اپنی اولاد کے نام بہت بعد میں رکھنے شروع کیے تھے۔ چنانچہ عبدالعزّٰی جیسا مرکب اسم پہلے دور میں کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کا تذکرہ عام طور پر ان شعراء کے کلام میں ملتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے ذرا پہلے پیدا ہوئے۔

عزّٰی کی پرستش کا آغاز ظالم بن اسعد کے ہاتھوں ہوا۔ مکہ سے جو راستہ عراق کی طرف جاتا ہے اس پر بستان سے نو میل کے فاصلہ پر سٹرک کے دائیں جانب اس دیوی کا بت نخلۃ الشامیہ کے مقام پر جسے حُراض بھی کہتے ہیں، نصب تھا۔ اس بت کے اردگرد ایک وسیع عمارت تعمیر کی گئی تھی، جسے بُس کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس عمارت میں اس دیوی کے حضور میں نذرانے پیش کیے جاتے، اس کی پرستش ہوتی اور غیب سے پُراسرار آوازیں سنانے کے عجیب و غریب انتظام کیے جاتے تھے۔

اس دیوی کا وقار اور احترام مسلسل بڑھتا رہا۔ لوگوں نے دوسرے ناموں کو چھوڑ کر آہستہ آہستہ اپنی اولاد کے نام اسی دیوی کے نام پر رکھنے شروع کیے، چنانچہ ایک ایسا وقت بھی آیا جب سب سے زیادہ مقدس نام عبدالعزّٰی خیال کیا جانے لگا۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس نے اس

[1] حقیقت میں لات و منات بھی ان کی دیویاں ہی تھیں۔

بُت کی بندگی پر فخر نہ کیا ہو۔ لیکن اس معاملے میں جتنی فدائیت اور جاں نثاری قریش کے ہاں دیکھنے میں آتی ہے اُس کی نظیر ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

عرب کے اس سب سے زیادہ طاقتور اور با اثر قبیلے کے افراد کعبہ کے گرد طواف کرتے وقت اس بُت کی تعریف و توصیف ان الفاظ میں کرتے:

واللات والعزیٰ۔ ومناۃ الثالثۃ الأخریٰ۔ فانھن الغرانیق العُلیٰ۔ وانّ شفاعتھن لَتُرتجیٰ۔

"قسم ہے لات و عزّیٰ کی، اور ان دو کے علاوہ تیسرے منات کی، یہی حسین و جمیل رفیع الشان لڑکیاں ہیں، انہی سے شفاعت کے لیے التجا کی جاتی ہے۔"

ان تینوں بتوں یعنی لات، مناۃ اور عزّیٰ کو اہلِ عرب خدا کی بیٹیاں تصوّر کرتے تھے اور اس بات پر پختہ ایمان رکھتے تھے کہ ان کی شفاعت کے بغیر وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید نے بڑے زوردار الفاظ میں اُن کے اس باطل عقیدہ کی تردید کی ہے۔

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی۔ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَہُ الْاُنْثٰی۔ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی۔ اِنْ ھِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ ۔ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنْ رَّبِّھِمُ الْھُدٰی ۔ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی۔ فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی ۔ وَکَمْ مِّنْ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا	کیا تم نے لات، عزّیٰ اور تیسرے منات کے حال پر غور نہیں کیا ہے؟ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور خدا کے لیے بیٹیاں؟ اس اعتبار سے تو یہ بڑی بے ڈھنگی تقسیم ہے۔ یہ نرے نام ہی نام ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے ٹھہرا لیا ہے خداوند تعالیٰ نے تو کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ یہ لوگ بے بنیاد خیالات اور اپنے نفس کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔ کیا انسان کی ہر خواہش اور تمنا پوری ہو جاتی ہے۔ سو اللہ ہی کے اختیار میں ہے دنیا اور آخرت

اِلَّا مِنۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۔ (النجم ۔ رکوع ۲۱)	اور بہت سے فرشتے جو آسمانوں میں موجود ہیں اُن کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر اللہ تعالیٰ جس کے معاملے میں چاہیں اور جس سے راضی ہوں اجازت فرما دیں ۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں ۔

قُریش نے حُراض کے قریب ایک پُوری وادی جسے سُقام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، عُزّیٰ کے لیے وقف کر رکھی تھی ۔ اس وادی کو یہ لوگ بڑی عزت و توقیر سے دیکھتے اور اسے خانۂ کعبہ کا ہی ایک حصّہ خیال کرتے تھے ۔ چنانچہ عُزّیٰ کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس "وقف" کا ذکر بھی عربی اشعار میں کئی جگہ ملتا ہے ۔ ابو جندب الھذلی اپنی محبوبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے عُزّیٰ اور سقام دونوں کی طرف اپنے ایک شعر میں یُوں اشارہ کرتا ہے:

لَقَدْ حَلَفَتْ جَهْدًا يَمِيْنًا غَلِيْظَةً

لِفَرْعِ الَّتِيْ اَحْمَتْ فَرُوْعَ سُقَامِ

"اُس نے اُس ذات کی پختہ اور سچّی قسم کھائی جس کے لیے سقام کی وادی وقف کی گئی تھی۔"

اسی طرح درہم بن زید الاوسی نے ایک شعر میں کہا ہے ۔

انی ورب العزی السعیدہ

واللہ الذی دون بیتہ سرف

"خوش بخت عُزّیٰ کے رب کی قسم، اس اللہ کی قسم جس کے گھر (اور سقام) کے درمیان سَرِف موجود ہے ۔"

عُزّیٰ کے صنم کدے میں ایک قربان گاہ بھی تھی جسے غبغب کہا جاتا تھا اور جہاں زائرین ہدیے

کے جانور لاکر ذبح کرتے تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے:۔

لَقَدْ اُنْكِحَتْ اَسْمَاءُ لَحْيَ بُقَيْرَةٍ

مِنَ الْاُدْمِ اَهْدَاهَا اَمْرُؤٌ مِنْ بَنِي غَنَمِ

رَأَى قَذَعًا فِي عَيْنِهَا اِذْ يَسُوْقُهَا

اِلَى غَبْغَبِ الْعُزّٰى، وَضَعَ فِي اَقْسُمِ

"اسماء کا نکاح اس بچھڑی کے جبڑے سے کر دیا گیا جسے بنی غنم کے کسی شخص نے چڑھاوا دیا تھا۔ اور جب وہ اسے غبغب عزّٰی کی جانب لے جا رہا تھا اور اسے تقسیم کے لیے کاٹا تو اس وقت اُسے اس کی آنکھ میں عیب نظر آیا"

عزّٰی کا صنم کدہ عربوں کے ہاں کتنا مشہور و مقبول اور کس قدر واجب التعظیم تھا اس کا ہلکا سا اندازہ قیس بن الحدادیۃ الخزاعی کے اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے:

تَحْلِفُنَا بِبَيْتِ اللّٰهِ اَوَّلَ حَلْفَةٍ

وَ اِلَّا فَاَنْصَابٍ يَسُرْنَ بِغَبْغَبٍ

"ہم سب سے پہلے قسم اللہ کے گھر کی کھاتے ہیں لیکن اگر وہ موثر نہ ہو تو پھر اُن مقدس پتھروں کی جو غبغب کے مقام پر نصب ہیں۔

اس امر کا فیصلہ کرنا قدرے مشکل ہے کہ لات، مناۃ اور عزّٰی میں عربوں کے نزدیک کونسی دیوی سب سے زیادہ قابلِ تکریم تھی لیکن ایک بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ قریش کو عُزّٰی سے ایک خاص قلبی لگاؤ تھا اور وہ اس کی عزت و تکریم کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتے تھے۔

زید بن عمرو بن نُفَیل کا شمار اُن سعید روحوں میں ہوتا ہے جن کی فطرتِ سلیم نے انہیں بُت پرستی سے اسلام کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے ہی بیزار کر دیا تھا۔ انھوں نے اپنے اشعار میں بُت پرستی کی پُر زور مذمت کی ہے اور اس سے براءت کا کھلے بندوں اظہار کیا ہے۔ اُن کے اشعار کے مطالعہ سے یہ بات بڑی آسانی سے اخذ کی جا سکتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات

کی بعثت سے پہلے عربوں کی عقیدت کے کون کون سے مرکز و محور تھے اور وہ کن آستانوں پر اپنی جبینِ نیاز جھکا کر اپنے جذبۂ عبودیت کی تسکین کیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں زید بن عمرو بن نفیل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

تركت اللات والعُزّٰی جمیعًا
کذالك یفعل الجلدُ الصّبورُ
فلا العزّٰی اَدین ولا ابْنَتَیْھا
ولا صَنَمَیْ بَنِیْ غَنَمٍ اَزورُ
ولا ھُبَلًا اَزُورُ وکانَ ربًّا
لنا فی الدّھرِ اِذْ حِلمی صَغِیرٌ

"میں نے لات اور عُزّٰی دونوں کی پرستش سے منہ موڑ لیا ہے اور جری اور بہادر آدمی اسی طرح کرتا ہے۔ میں اب نہ تو عُزّٰی کا پرستار ہوں اور نہ ہی اس کی دونوں بیٹیوں کا۔ میں بنی غنم کے دونوں بتوں کی بھی زیارت نہیں کرتا۔ میں ہُبل کی زیارت اور اس کی پرستش کے لیے بھی نہیں جاتا حالانکہ جب میں سنِ بلوغ کو نہ پہنچا تھا اس وقت ہم اُسے اس دنیا میں اپنا رب تصور کیا کرتے تھے۔"

عُزّٰی کے صنم کدے کی تولیت عرصۂ دراز تک مجموعی طور پر بنی سُلیم کے پاس رہی لیکن اس بُت خانہ کی حفاظت اور دربانی میں بنو شیبان پیش پیش تھے اور اس کام کو اپنے لیے ایک غیر معمولی اعزاز سمجھ کر اسے بڑے خلوص کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔

اس کی پرستش بھی دوسرے بتوں کی طرح حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جاری رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بربادی کا حکم صادر فرما دیا۔ اس دیوی کے بارے میں عربوں کے جذبات کتنے نازک تھے اور اس کے ساتھ ان کی وابستگی کتنی گہری تھی اس کا اندازہ اُس صدمے سے لگایا جا سکتا ہے جو انہیں اس کی مذمت سے پہنچا۔ سورہ النجم کی مشہور آیت

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی جب نازل ہوئی تو اس سے کفار کو شدید اذیت ہوئی اور اس کے نتیجے میں ابو احیحہ (عبدمناف کا پڑپوتا) سخت بیمار پڑ گیا۔ یہی بیماری بالآخر اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔ اسی دوران میں ابولہب اُس کی عیادت کے لیے اُس کی خدمت میں پہنچا تو اُس نے اُسے آہ و فغاں کرتے ہوئے دیکھا۔ ابولہب نے ابو اُحیحہ سے کہا "کیا تو موت سے خوفزدہ ہو کر آنسو بہا رہا ہے، حالانکہ اس سے کوئی مفر نہیں"۔ اس پر ابو احیحہ نے جواب دیا: نہیں مجھے موت کا قطعاً کوئی خوف نہیں اور اس کی وجہ سے میں بالکل پریشان نہیں البتہ مجھے صرف ایک ہی غم کھائے جا رہا ہے کہ میرے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد عزّٰی کی پرستش ختم ہو جائے گی۔ ابولہب نے اُسے تسلی دی اور کہا "یہ محض تمہاری خام خیالی ہے کہ عزّٰی کی تعظیم و تکریم یا اُس کی پرستش تمہاری ذات سے وابستہ ہے اور اس بنا پر یہ صرف تمہاری زندگی تک محدود رہے گی اور تمہارے چلے جانے کے بعد لوگ اس دیوی سے منہ موڑ لیں گے"۔

ابو اُحیحہ نے جب یہ الفاظ سنے تو اسے بڑی مسرت ہوئی کہ عزّٰی سے عربوں کو خاص طور پر ابولہب کو غیر معمولی عقیدت اور وابستگی ہے"۔

آئینِ جواں مرداں

ہفت روزہ **آئین** لاہور

جمہوریت اور تحریکِ اسلامی کے لیے

فی پرچہ ۲۵ پیسے   سالانہ بارہ روپے   ششماہی چھ روپے

نمونے کا پرچہ مفت طلب فرمائیں

ناظم دفتر ہفت روزہ آئین نسیم مارکیٹ ۱۲ ریلوے روڈ لاہور